کام کا حکم دے اور بُرے کام سے روکے اور فلاح پانے والے ایسے ہی لوگ ہیں۔
(القرآن)

یہ ہدایات ایک اچھے مسلمان کو واضح طور پر میدانِ عمل میں آکر کام کرنے کا حکم دیتی ہیں۔

اصلاحِ خلق کی عملی جدوجہد ایک معیاری مسلمان کی تربیت کا پہلا عملی ذریعہ یہ ہے کہ وہ اس کام کو سرانجام دے جس کام کو وہ حق سمجھتا ہے۔ درحقیقت وہ اس وقت تک اپنی دعوت کے فطری نتائج سے دوچار نہیں ہوتا جب تک وہ میدان میں آکر بندگانِ خدا کے سامنے عملی طور پر اسلام کی دعوتِ حق پیش نہ کرے۔ اس اقدام کے ساتھ ہی اُسے تعاون کرنے والے دوستی کے افراد ملیں گے جو اس کے رفیق کار رہیں گے اور مزاحمت کرنے والے دستِ عدو سے بھی واسطہ پڑے گا جو اس کا راستہ روکیں گے۔ یوں عملی جدوجہد کے ساتھ ہی اُسے رفاقت کے لطف اور مزاحمت کی اذیت سے دوچار ہونا پڑے گا اور یہی دونوں احوال اس کی تربیت کے لیے کافی ہوں گے۔ دوستوں سے مل کر وہ کام کا نقشہ بنائے گا اور مخالفوں کی مزاحمتوں کے توڑ کی تدابیر سوچے گا۔ اور ان کے مظالم پر صبر کی مشق کرے گا۔ اس طرح اس کے اندر پختہ عزم و ارادہ پرورش پائے گا۔ اور آزمائش کی بھٹی سے گزر کر وہ سونا ہو جائے گا

اِس جدوجہد میں اس کے قریبی عزیز اور ہمدرد بھی اس کا راستہ روکیں گے تاکہ وہ اپنے دنیوی مستقبل کو خراب نہ کرے اور اس کے مخالف بھی اس کا راستہ روکیں گے تاکہ وہ ان کے عزائم میں حائل نہ ہو۔ یہ صورتِ حال اس کی تربیت کے لیے ایک اچھا ماحول فراہم کر دے گی، جس میں ڈھل کر وہ ایک کامیاب مُصلح اور مبلغ بن جائے گا۔

صحبتِ صالح مسلمان کی تربیت کا دوسرا عملی ذریعہ صحبتِ صالح ہے اسے بُرے لوگوں کی صحبت و رفاقت و الفت سے دست کش ہو کر خدا ترس اور نیک لوگوں کی صحبت و ہم نشینی اختیار کر لینی چاہیے تاکہ اس پر باطل کی ہم نشینی کے ناخوشگوار اثرات نہ پڑیں اور اس میں باطل باتوں اور لغو حرکات برداشت کرنے کی عادت نہ پڑے۔ اس میں وہ مداہنت پرورش نہ پائے جس کی موجودگی میں انسان بُرائی کو برداشت کرتا ہے۔ وہ اپنے ہم خیال اور نیک لوگوں کی مجلس سے خود بھی مستفید ہو گا اور ان کو بھی دینِ حق کی پشت پناہی پر آمادہ کر سکے گا۔ اگر ایک نمازی آدمی بے نمازیوں کی رفاقت اختیار کرلے تو وہ ضرور ہی آہستہ آہستہ نمازوں میں کوتاہی کا شکار ہوتا چلا جائے گا۔ اور اس کے ہم نشین

اس کے لیے نماز کو قائم کرنے میں مددگار ثابت ہونے کے بجائے کوتاہی کرنے کا باعث بنتے چلے جائیں گے۔ اس لیے ایک مسلمان کی اخلاقی تربیت کا ذریعہ نیک لوگوں کی مجلس و رفاقت ہے نہ کہ بُروں کی ہم نشینی۔ جب نیکی ایک جماعت کی صورت اختیار کر کے کام کرتی ہے اسی صورت میں وہ زیادہ مؤثر اور نتیجہ خیز ہوتی ہے۔ ویسے بھی اسلام نے مسلمانوں کو نیکی کا حکم دینے والوں کی ایک جماعت بنا کر کام کرنے کا حکم دیا ہے۔ جس طرح کوئلوں کے پاس بیٹھنے والے سیاہی سے نہیں بچ سکتے اسی طرح پھولوں کے درمیان بیٹھنے والے اُن کی خوشبو اپنے وجود میں سمیٹ لیتے ہیں۔ اسی طرح انسان پر صحبتِ نیک و بد کا اثر ہوتا ہے۔ نیک لوگوں کے اجتماعات میں شرکت نیکی کرنے کا ذریعہ اور نیکی کی دعوت پھیلانے کا باعث بن جاتا ہے۔ اس کے علاوہ نیک لوگ باہم ایک دوسرے کو نصیحت کرتے ہیں اس طرح اپنی اصلاح کے ساتھ ساتھ باہمی اصلاح کا عمل بھی جاری رہتا ہے اور یوں ایک ساتھی اگر گرتا نظر آتا ہے تو دوسرا اُسے سنبھالتا ہے۔ اور ایک کے پائے استقامت میں اگر لغزش آتی ہے تو دوسرا آگے بڑھ کر اُسے تھام لیتا ہے۔ ایک کے دامن کا دھبہ دوسرا صاف کر دیتا ہے۔ اور اگر دوسرے کا دامن آلودہ ہو رہا ہو تو پہلا اُسے پاک کر دیتا ہے۔ ایک کی فلاح دوسرے کی رہنمائی کا باعث بنتی ہے اور اگر ایک اپنی عاقبت سنوارنے کا اہتمام کرتا ہے تو دوسرا اُس کی مدد کرتا ہے۔ اگر ایک کی بات دل کو کھٹکتی ہے تو دوسرا حسن و خوبی کے ساتھ اس کو توجہ دلا دیتا ہے اس طرح آہستہ آہستہ پورا اجتماع باہمی خیر و خوبی کا تبادلہ کر کے حسن و خوبی کا مرقع بن جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اگر ایک مسلمان کسی صحابی یا بزرگ کو اپنا آئیڈیل بنا کر اُس کی خوبیوں کو اپنے اندر پرورش کرنے کا معمولی اہتمام کرے تو اس سے بھی تربیت اور کردار کی اصلاح میں بڑی مدد ملتی ہے۔

خوب تر کی تلاش

ایک اچھے مسلمان کے لیے تربیت و اصلاحِ کردار کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ وہ اپنے احباب و رفقاء میں اخلاق و کردار اور دینداری اور تقویٰ میں اپنے سے بہتر بھائی پر نظر رکھے۔ اس کی خوبیاں اپنے اندر جذب کرنے کی کوشش کرے۔ ایک مسلمان کو یہی حکم دیا گیا ہے کہ وہ دنیوی اُمور میں اپنے سے کم تر کی طرف دیکھے تاکہ دوسروں کی خوشنما دنیا دیکھ کر وہ لالچ اور حسرت میں مبتلا نہ ہو۔ اور دینی اُمور میں اپنے سے بہتر کی طرف دیکھے تاکہ اس کے ساتھ اپنے اخلاق و کردار کا موازنہ کر کے وہ اپنی کمزوریوں کو دُور کرے۔ اس کی خوبیوں کو اپنائے اور اپنے آپ کو سنوارنے کی تگ و دو

کرے۔ انسان غور سے دیکھے تو اُسے صاف دکھائی دے گا کہ اس کے چاروں طرف اس کے مختلف دینی بھائیوں میں اخلاق و کردار کے عمدہ عمدہ پھول کھلے ہوئے ہیں۔ کسی میں خدا ترسی ہے، کسی میں خوش خلقی ہے، کسی میں خدا کی راہ میں مال صرف کرنے اور انفاق فی سبیل اللہ کرنے کا جذبہ ہے، کسی میں عبادات کا شغف ہے، کوئی ذکر و اذکار میں منہمک ہے کوئی خلقِ خدا کی ہمدردی و خیرخواہی اور خدمتِ خلق میں آگے ہے، کوئی شفقت نرم مزاجی، خوش خلقی اور خوش مزاجی میں منفرد ہے۔ کوئی راتوں کا تہجد گزار ہے اور کوئی راتوں کا مجاہد فی سبیل اللہ اور دعوتِ حق میں سرگرم و سبک رفتار ہے۔ ایک اچھے مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے آس پاس بکھری ہوئی ان خوبیوں کو سمیٹ سمیٹ کر اپنے کردار میں جمع کرتا جائے تاکہ وہ خود بھی ان ساری خوبیوں کا ایک دلآویز گلدستہ بن جائے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اہتمام

مسلمان کے خصائل کا یہ بھی ایک حصہ ہے کہ وہ خلقِ خدا کے اندر بالفعل نیکی کا حکم دے اور بدی سے روکے اور اس کام میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت اور کسی خوف دلانے والے کے خوف سے نہ دبے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تم پر لازم ہے کہ نیکی کا حکم دو، بدی سے روکو اور بدکار کا ہاتھ پکڑ لو اور اسے حق کی طرف موڑ دو۔ ورنہ اللہ تمہارے دلوں کی برائیاں ایک دوسرے پر مسلط کر دے گا، یا تم پر اس طرح لعنت کرے گا جس طرح اس نے بنی اسرائیل پر کی۔" (ترمذی)

اس سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ مسلمانوں میں خیر کی شمع کو روشن رکھنے اور شر کی ظلمت کو رفع کرنے کا اہتمام جاری رہنا اشد ضروری ہے۔ اگر یہ کام نہ کیا جائے تو پھر ایسے لوگوں کو اللہ کے عذاب سے بچ نکلنا سخت مشکل ہے۔

معاشرہ، تربیت و اصلاح کا سانچہ

جب کوئی شخص نیکی کی تبلیغ اور فلاح انسانیت کا عزم و ارادہ لے کر اٹھتا ہے تو صرف یہی نہیں ہوتا کہ تنہا وہی معاشرے کی اصلاح کا کام کرتا ہے، بلکہ خود معاشرہ بھی اس کے اندر معمولی سے معمولی کمزوری اور لغزش کی نشان دہی کر کے اسے ٹھیک ٹھیک اصلاح و درستی کے معیارِ مطلوب پر قائم ہونے اور رہنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ ایک مسلمان متبع اس بات کی طرف

معاشرے کو لانے میں کامیاب نہیں ہو سکتا، جس بات کا وہ خود اہتمام نہ کرتا ہو اور اس خرابی سے وہ کسی دوسرے کو بچا نہیں سکتا جس خرابی سے وہ بچنے کا وہ خود اہتمام نہ کر رہا ہو۔ اسی طرح جونہی وہ اپنی دعوت لے کر اُٹھتا ہے ہر طرف سے خوردبینیں اس کے ایک ایک کام اور حرکت پر لگ جاتی ہیں اور اگر اس میں ذرا بھی ٹیڑھ ہو تو اسے نکال کر اس کے سامنے رکھ دیا جاتا ہے اس لیے کسی مبلغ اور داعی کے لیے یہ ممکن نہیں ہوتا کہ بہت سی خرابیاں اپنے ساتھ لے کر معاشرے کی اصلاح کے لیے نکل کھڑا ہو۔ معاشرہ اس کے قول وفعل کو یک سو کر کے چھوڑتا ہے یا تو اسے اپنے قول کے مطابق خود بھی ڈھلنا پڑتا ہے یا پھر اسے اپنے قول سے ہی توبہ کرنا پڑتی ہے۔ اس لیے انسانی معاشرہ دعوتِ حق پیش کرنے والے کے لیے خود بھی ایک کسوٹی بن کر اس کی درستی اور راستی کا ضامن بن جاتا ہے۔ کبھی معاشرے کی تنقید سے اور کبھی اس کی مزاحمت اور آزمائش سے مبلغ حق اپنے کردار کی ہر کجی کو دُور کر لیتا ہے اور بالآخر وہ اپنی دعوت کے لیے مخلص اور بے لوث ہو کر رہتا ہے۔ اس طرح مبلغ کے لیے معاشرہ خود ایک تربیتی کلاس اور اصلاح کا سانچہ فراہم کر دیتا ہے۔

نظامِ حق کے غلبہ کی جدوجہد

مسلمان کے ذرائع تربیت میں اس کی اخلاقی تربیت کا سب سے بڑا ذریعہ یہ ہے کہ وہ اس نظامِ حق کو بالفعل قائم کرنے کی عملی طور پر جدوجہد کا آغاز کرے جس کی حقانیت کی اس کا ایمان اور عمل دیتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام کے علمبردار کی اخلاقی تربیت کے بھی مختلف مدارج ہیں۔ جس طرح حدیث کی رُو سے ایمان کے مختلف درجے ہیں۔ اگر بُرائی سے روکنا ایمان کا پہلا درجہ ہے تو منکر کو روکنے والی قوت کی فراہمی یعنی اقامتِ دین کی جدوجہد بھی ایک مسلمان کے ایمان کا پہلا فرض ہے جس سے پہلو تہی کر کے اس کے دوسرے اعمال کی قدروقیمت بھی گھٹ جاتی ہے جب تک یہ نیت نہ ہو کہ خدا کا کلمہ بلند کرنا ہے اور جب تک پیش نظر یہ منزل نہ ہو کہ دینِ حق کو ساری دُنیا میں غالب کرنا ہے اس وقت تک ایک مسلمان کی سیرت کا پورا پورا ظہور نہیں ہوتا۔ یعنی اس کے سارے گوشے نکھر کر اس طرح واضح نہیں ہوتے کہ اسلامی سیرت کی تکمیل ہو جائے۔

بلاشبہ یہ ضروری ہے کہ ایک داعیِ حق میں ایمان کے سارے پہلو اور سارے مدارج موجود ہوں اور وہ اس کا اہتمام کرے کہ خدا پر ایمان، رسولوں پر ایمان، آخرت پر ایمان اور ایمان کے دیگر تمام گوشوں کو بہ پہلو مکمل کیے بغیر ایمان کے حقیقی تقاضے پورے نہیں ہوتے۔ اسی طرح زبانی ایمان کا

اعتراف بھی کافی نہیں ہے، بلکہ اپنے آپ کو پورے طور پر اللہ اور رسول کا مطیع فرمان بنا دینا اور اس کے احکام پر سر جھکا کر بلا چون و چرا چل پڑنا بھی اتنا ہی ضروری ہے، ورنہ ایمان بلا عمل تو نفاق کا مظہر بن جاتا ہے۔ ایمان کے تقاضوں کے مطابق عمل کا نام ہی حقیقی اسلام ہے۔ یعنی عملی اطاعت کا زندگی کے ہر گوشے میں مظاہرہ کرنا ہی سچا اسلام ہے۔ پھر یہ مظاہرۂ اطاعتِ خداوندی بھی ایسا ہو کہ جس میں احساس و شعور و ضابطہ و تقاضائے حکم کا پورا پورا التزام و اہتمام موجود ہو جس میں خدا کا خوف صاف صاف جھلکتا ہوا دکھائی دے جس میں رسول اکرم کی محبت کی صورت نمایاں طور پر موجود ہو جس میں مومن اپنے پورے احساسِ ذمہ داری سے دینِ حق کی پیروی کا اہتمام کرے اور پورے طور پر تابع فرمانِ الٰہی ہو جائے۔ جو حکم وہاں سے ملے اس پر چل پڑے جس چیز سے روک دیا جائے اس سے رک جائے، کسی معاملہ میں اس کی مرضی کا دخل نہ رہے بلکہ وہ پورے طور پر خدا اور رسول کی مرضی کا تابع ہو جائے اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ جب مکمل اسلام اپنی تمام جزئیات کے ساتھ نافذ ہو۔

مومن اس بات پر ایمان رکھتا ہے کہ جو بندہ اپنے مالک کی طرف چل کر جاتا ہے تو مالک جو رحیم و رحمٰن ہے اُس کی طرف دوڑ کر آتا ہے۔ یہی خصوصیت حاصل کرنا ہے۔

ادارہ ترجمان القرآن (پرائیویٹ) لمیٹڈ لاہور

کی جملہ مطبوعات

تاجرانہ نرخوں پر

مکتبہ تطہیرِ افکار۔ ڈھکی منور شاہ۔

قصہ خوانی بازار۔ پشاور

سے حاصل کی جا سکتی ہیں

ایک سورۃ کی تفسیر پر کچھ معروضات

جناب پروفیسر آسی ضیائی صاحب

" زمانے کی قسم، انسان درحقیقت بڑے خسارے میں ہے، سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے، اور ایک دوسرے کو حق کی نصیحت اور صبر کی تلقین کرتے رہے۔" (تفہیم القرآن جلد ۶)

الکوثر کے سوا، یہ قرآنِ حکیم کی سب سے چھوٹی سورۃ کی ترجمانی ہے، اور امام شافعیؒ کے مطابق انسان کی ہدایت کے لیے یہی تنہا سورۃ کافی ہے، لیکن اسے میری کوتاہ فہمی کہا جائے یا کیا، کہ مفسرین اس کی جس طرح تشریح کرتے رہے اس سے مجھے شرحِ صدر نہ ہو سکا۔

مَیں نے اس کی جو تفسیر پڑھی ہے اُس کی رُو سے زمانے کی قسم میں نہ صرف پہلی بات (انسان بڑے خسارے میں ہے) شامل ہے بلکہ اس قسم کا اِطلاق اس کے بعد کے استثناء پر بھی ہوتا ہے یعنی زمانہ اِس بات کا بھی گواہ ہے کہ انسان خسارے میں ہے اور اس بات کا بھی کہ ایمان و عملِ صالح کرنے والا اور تواصی بالحق اور تواصی بالصبر پر عمل پیرا انسان اس خسارے سے محفوظ ہیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ اگر اس کا یہی مفہوم ہوتا تو یہ نہ عہدِ رسالتؐ کے سادہ اَن پڑھ بدو کو قائل کر سکتا اور نہ آج کے بزعم خود فاضل دانشور کو۔ ایک بدو یہ کہہ کر جھٹلا سکتا تھا کہ جو لوگ آج اللہ، رسولؐ اور یومِ آخرت پر ایمان لا رہے ہیں، نیک کام کر رہے ہیں، ایک دوسرے کو حق اور صبر کی تلقین کر رہے ہیں اور ہی تو